نہیں ہوتی کہ عام لوگ ان کی بابت کیا سوچتے اور کیا کہتے ہیں۔ اے اندر! آپ یہ نہ سمجھ لینا کہ میں نے آپ کی تجویز کی قدر نہیں کی۔ یا میں خودستائی اور خودنمائی کر رہا ہوں۔ بلکہ یہ ایک حقیقت ہے جو میں نے آپ کے سامنے رکھی ہے۔ بہرحال میں آپ کی ہمدردی، پریم اور تکلیف کا بہت بہت مشکور ہوں۔ لیکن آپ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیجئے"

اے قارئین کرام! آپ نے سنا مہاپرشوں کا عزم؟ آپ نے دیکھا ان کا استقلال؟ قربان جائیں ان کے دل کی مضبوطی پر! قربان جائیں اُن کی مستقل مزاجی اور راسخ الاعتقادی پر! لیکن دوستو ذرا سوچو یہ منزل کتنی کٹھن ہے یہ راستہ کتنا بکھیڑا ہے۔ اس مارگ میں کتنے دکھ ہیں یہ راہ کتنی خاردار ہے۔ لیکن اس سے ڈر بھی نہ جانا۔ یہ ڈر اور خوف یہ دکھ اور تکلیف انہی لوگوں کو دکھائی دیتے ہیں جو باہر کھڑے دور سے اسے دیکھ رہے ہیں۔ لیکن جو خوش قسمت انسان اس پر قدم زن ہو جاتے ہیں جو اس پر چلنے لگ جاتے ہیں ان کے سامنے جو روشنی ہوتی ہے جو خوش کن منظر ہوتے ہیں جو سرور راندی کا میٹھا اور ٹھنڈا چشمہ ہوتا ہے وہ اس تک پہنچنے کے لئے اتنے بے تاب ہوتے ہیں اور انہیں وہاں تک رسائی پانے کی اتنی زیادہ اُمنگ اور اتساہ ہوتا ہے کہ وہ دکھ انہیں راستے کے پھول دکھائی دیتے ہیں۔ وہ راستے کی مصیبتیں انہیں بام ترقی کی سیڑھیاں معلوم ہوتی ہیں۔ وہ سامنے آنے والے دکھ ان کو پیارے معلوم دیتے ہیں بلکہ کئی بار تو اس بات سے دکھ مانتے ہیں اگر یہ اڑچنیں اور رکاوٹیں ان کے سامنے نہ آئیں اس حالت میں وہ سمجھتے ہیں کہ ان کی منزل جلدی نہیں کٹ رہی۔ سونے کو کندن بنانے والی بھٹی کی آگ ہی ہوتی ہے۔ پتھر کو نگینہ بنانے والا ہتھوڑا ہی ہوتا ہے۔ مہندی کا رنگ اسی وقت ابھار پکڑتا ہے جب وہ پتھر پر رگڑی جاتی ہے ؎

نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا
سو بار جب عقیق کٹا تب نگیں ہوا

ان مہا پرشوں کی یہ کھٹن تپسیا ان کا یہ آفتوں سے بھرا جیون ہی ہوتا ہے۔ جو ان کو اُجل کرتا ہے۔ جو ان کو چمکاتا ہے جو ان پر جلا کرتا ہے اور یہی وہ چیز ہے جو دنیا والوں کو مجبور کرتی ہے کہ ان کے چرنوں پر جھکیں۔ اپنی آنکھوں کی پلکوں سے ان کے پاؤں کی گرد جھاڑیں۔ ان کے قدموں پر سر رکھیں۔ اور ان کے بتائے ہوئے مارگ پر گامزن ہوں۔ یہی اُجل آتمائیں سارے سنسار کی سچی خیر خواہ اور ہی خواہ ہوتی ہیں۔ یہی سچے متر اور پیارے ہوتے ہیں۔ یہی خود دکھ اٹھا کر اوروں کو دکھ کے پنجے سے رہائی دلانے کے قابل ہوتے ہیں۔ ان کی بھاونا سدا یہی رہتی ہے کہ پرانی ماتر سے بھلا کیا جائے۔ پرانی ماتر کو سیدھے رستے پر ڈالا جائے وہ اپنی تکلیف یا اپنے جسم کی کچھ پرواہ نہیں کرتے بلکہ اُن کی تو خواہش ہی یہی ہوتی ہے کہ ان کے جسم کا ایک ایک رُواں ان کے خون کا ایک ایک قطرہ۔ ان کے بدن کی ایک ایک رگ ان کے جیون کا ایک ایک سانس دوسروں کی بھلائی اور سیوا کے ارپن ہو۔ ان کی ہستی ان کی زندگی ان کی مثال دنیا والوں کے لئے ویسی ہی ہوتی ہے۔ جیسے سمندر میں چلنے والے جہازوں کے لئے روشنی کے مینار ان کو دیکھ کر وہ اپنا راستہ جانچ لیتے ہیں۔ ایسے ہی دنیا والے اُن جیتے جاگتے روشنی کے میناروں سے اپنا ٹھیک رستہ پہچانتے ہیں۔ جیسے یہ مہا پرش ہر قسم کے پاپ، راگ، دویش، نفرت، غیرت، حسد، تعصب، بغض، کینہ اور انتقام کے گندے جذبات سے پرے ہوتے ہیں۔ جیسے وہ ایذا رسانی اور بد خیالی سے دُور رہتے ہیں۔ ویسے ہی باقی پرانیوں کو بنانا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ سچ مچ صداقت اور اہنسا کے محافظ ہوتے ہیں۔

ایسے مہا پُرشوں کے درشن کرنے سے دنیا والوں کے دل میں نِسپاپتا شانتی اور سکون کے بھاؤ پیدا ہوتے ہیں۔ ان کے اپدیشوں کو سُنکر نکوکاری اور نیک خیالی کی طرف رغبت ہوتی ہے۔ یہ مہان پرش لاثانی باطنی طاقتوں کے مالک ہوتے ہیں لیکن ان طاقتوں کو وہ تماشہ دکھانے اور مداری کے کھیل بنانے میں

استعمال نہیں کرتے۔ بلکہ وہ اپنی ترقی کی راہ میں آنے والے دُکھوں کو بھی ان کی مدد سے دُور کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ ان کے مارگ میں خواہ کوئی کٹھنائیاں آئیں۔ کوئی درد اور دُکھ ہوں۔ ان سے گھبرانا تو کیا وہ ان کو سہرش[1] سہن کرتے ہیں اور ان کو دُور کرنے کے لئے کسی دُنیاوی یا سماوی امداد کے طلبگار نہیں ہوتے۔ کرم پھل خواہ کتنا بھی شدید کتنا بھی زیادہ ہو۔ اس کا بھگتان وہ کھلے ماتھے سے خود بخود کرتے ہیں۔ کسی سے مدد نہیں لیکر وہ اپنے کرموں کا پھل خود بخود دلیری۔ خوشی۔ صبر اور تحمل سے برداشت کرتے ہیں۔

اے دنیا والو اور اے مہاویر کے بھگت اور پیرو کہلانے والو! مقابلہ کرو اپنے روزانہ لائحہ عمل کا اس چرتر سے۔ ذرا ذراسی بات پر گھبرا جانا۔ ذرا ذراسی تکلیف میں بوکھلا جانا۔ ذراسا کشٹ آنے پر چیخ وپکار کرنے لگنا۔ ذراسی رکاوٹ آنے پر آہ وزاری کرنے لگنا۔ اس رویہ سے بھلا کہاں اپنی منزل تک پہنچ سکو گے۔ جب کبھی دنیاوی دُکھ آکر ستائیں تو شری مہاویر سوامی کے جیون کے یہ واقعات اپنے سامنے لاؤ۔ اور دُکھوں کو اپنے کرموں کا پھل سمجھتے ہوئے ان کے سامنے لیٹ نہ جاؤ۔ اس وقت کائرتا اور بزدلی نہ دکھاؤ بلکہ مردانہ وار ان کو برداشت کرو۔ اور اپنے جیون کو ایسے ڈھالو کہ آگے کے لئے اس طرح کے دُکھ پیدا کرنے والے کرم عمل میں نہ آئیں۔ لیکن سابقہ جنموں کے کرموں کا پھل سامنے آئے تو سہن شکتی اور دھیریہ کی ڈھال پہن کر اس کے واروں کو برداشت کرو۔ منہ سے کہہ لینا کہ ہم اہنسا کے پجاری ہیں ہم ستیہ کے ماننے والے ہیں۔ ہم نربھیتا کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ یہ کافی نہیں۔ ان چیزوں پر عمل ہونا ضروری ہے۔ ان گنوں کی کوچ بنا کر ان کی خود بنا کر پہنتے ہوئے اگر دُنیا میں وچرو گے تو حقیقت میں دیکھو گے کہ دُکھ دُکھ نہیں رہے۔ ان کی تلوار کی دھار کند ہو گئی ہے۔ ان کے کانٹے کی نوک ٹوٹ گئی ہے۔ صرف واچک گیانی بننا لائق نہیں دے سکتا۔ کبیر صاحب نے کہا ہے ؎

[1] خوشی خوشی

کتھنی کے سورے گھنے کرنی کا ہے کوئے
جو کرنی کا سورما مستر ہمارا سوئے

جب تک ان گنوں کو دھارن نہ کیا جائے تب تک آتما اونچی نہیں اٹھ سکتی اور آتمک اُنتی کے بغیر موکش دوار نزدیک نہیں آسکتا جنم مرن کا چکر چھوٹ نہیں سکتا۔

آج عام لوگ تو بھٹیے اور جنگلی بلیے بنے ہوئے ہیں گدھیں اور چیلیں بنے ہوئے ہیں لیکن افسوس کا مقام ہے کہ اس دھرم شانتی اور اہنسا کے دیوتا شری مہاویر سوامی کے پیرو بھی ان کی دیکھا دیکھی اسی راستہ پر چل رہے ہیں۔ وہ بھی اپنا کرتویہ بھول کر لوٹ کھسوٹ لوبھ اور لالچ سے دوسروں کا حق چھینے چھل اور کپٹ سے دھن کمانے میں لگ گئے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ آج وہ خود بھی بندھن میں ہیں۔ اور ان کا پیارا دیش بھی غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ اے مہابلی مہاویر سوامی کے بھگتو! ذرا سنبھلو۔ اگر سچ مچ آپ کو اس مہان آتما کے نام اور کام کا پاس ہے۔ اگر سچ مچ اس کے اُپدیشوں اور اصولوں کا کچھ دھیان ہے اگر سچ مچ اس کی قربانی اور ایثار کا کچھ دھیان ہے۔ اگر سچ مچ اس اہنسا دھرم کو اونچا کرنے کا وچار ہے۔ تو آؤ اس کی جلائی ہوئی شمع سے روشنی لیکر اس کے بتائے ہوئے مارگ پر چل کر ان بندھن کی بیڑیوں کو کاٹ دو۔ ان زنجیروں کی کڑی کڑی کر دو۔ اور خود مکت ہو کر اپنے دیش کو مکت کراؤ۔ کوئی باہر کی چیز آپ کو باندھنے کی یا بندھن میں رکھنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ آپ اپنے آپ ہی اس جال میں جکڑے ہوئے ہو۔ اگر آج یہ بات آپ کی سمجھ میں آجائے تو یہ جال تار تار ہو جائے۔ یہ طلسم ٹوٹ جائے۔ یہ بندھن کا قلعہ مسمار ہو جائے یہ رکاوٹ کی دیوار آپ نے خود ہی کھڑی کی ہوئی ہے۔ اور خود ہی اسے دور کر سکتے ہو مہاویر سوامی کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے سے ان بندھنوں کو کٹتے دیر نہ لگے گی۔ موجودہ صورت میں آپ اس مہان آتما کے انویائی کہلا کر اس کے پوتر

؎ پہلے جس وقت یہ کتاب لکھی گئی تھی اس وقت ہمارا بھارت ورش پرتنتر تھا۔ مگر ۱۹۴۷ میں بھارت سوتنتر

نام کو بدنام کرتے ہو۔ اس لئے اُٹھو! جاگو! خبردار ہو جاؤ۔ ہوشیار رہو! غفلت اور نیند کو خیرباد کہو۔ سکرییکس لو! اس مہاویر سوامی کی پاکیزگی، صداقت، ہمت، نیکوکاری، دھیریہ اور شانتی کا لبادہ بنا کر پہن لو۔ اور خود اعتمادی اور نربھیتا کی زرہ بکتر زیب تن کر لو۔ پھر دیکھو کہ وہ کھوئی ہوئی آتمک اننتی کیسے دھارا پرواہ ہو کر واپس آتی ہے۔ دنیا میں جو انسان یا جو قوم نربھیتا، سچائی اور خود اعتمادی کھو بیٹھتی ہے، وہ نہ ہی دنیا میں کوئی ترقی کر سکتی ہے، نہ ہی پرمارتھ میں۔ وہی قومیں غلام بنتی ہیں۔ وہی لوگ دوسروں کے ٹکڑوں پر پلتے ہیں، وہی دوسروں کے دست نگر ہوتے ہیں۔ وہی دوسروں کا سہارا تکتے ہیں وہی بھکاری بن کر اوروں کے ٹھڈے کھاتے ہیں، جو ان اوصاف سے محروم ہوتے ہیں۔ جس وقت ان گنوں کو دھارن کرو گے، اپنا، اپنے سوامی کا، اپنی جاتی کا، اپنے دیش کا، اپنی سنسکرتی اور سبھیتا کا، اپنے راشٹر کا نام اونچا کرو گے۔

دُوسرا سفر

ایک رات بھگوان مہاویر نے کمار گاؤں یا کمری گرام میں دھیان اوستھا میں گذاری اور اگلی صبح پھر اپنا وہار شروع کیا۔ اور کولاگ سنی ویش میں گئے اور وہاں بہولنامی برہمن کے گھر درت کی پارنا کی۔

وہاں سے بھگوان مہاویر موراک سنی دیش میں مہاتما دوئی جنتک کے آشرم میں گئے۔ یہ مہاتما راجہ سدھارتھ کے دوست تھے۔ انہوں نے مہاویر سوامی کا بڑا استکار کیا۔ اور پرارتھنا کی کہ چوماسا ان کے آشرم میں گذاریں۔ مہاویر جی نے قبول فرمایا۔ لیکن ابھی چونکہ موسم برسات کے شروع ہونے میں کچھ دن باقی تھے اسلئے وہ ان دنوں میں کئی جگہ وہار کرتے رہے۔ ان ایام میں تپ کرتے رہے۔ اور سمادھی لگاتے رہے۔ لیکن کوئی اپدیش نہیں دیا۔ اور نہ ہی اُپدیش دینے کی

اچھا کی۔ کیونکہ وہ اپنا گیان اپورن سمجھتے تھے۔ اور اسے پورا کئے بغیر اپدیش دینا مناسب نہ سمجھتے تھے۔

پہلا چوماسہ اور پانچ عہد

حسب وعدہ بھگوان مہاویر موسم برسات کے شروع ہونے سے ذرا پہلے اسی آشرم میں موراک سنی دیش پہنچ گئے۔ اور مہاتما دھنی جنتنے انہیں ایک گھاس کی کٹیا رہنے کو دی۔ برسات شروع ہوگئی اور اس کٹیا کے اردگرد نیا گھاس نکل آیا۔ جس کو چرنے کے لئے بہت سے مواشی آجاتے تھے بھگوان چونکہ دھیان اوستھا میں ہوتے تھے۔ وہ ان پشوؤں کی طرف دھیان نہ دیتے تھے۔ وہاں پر وہ جتنی دیر چاہتے تھے۔ اتنی دیر چرتے تھے لیکن جب دوسرے سادھوؤں کی کٹیا کی طرف جاتے تھے تو وہاں ان پر ڈنڈے برستے اور وہ واپس اسی کٹیا پر آجاتے۔ دوسرے سادھو مہاویر سوامی کے اس رویے کو ناپسند کرتے تھے۔ اس لئے ایکدن انہوں نے مل کر آشرم کے کل پتی کے پاس جھوٹی شکایت مہاویر سوامی کے خلاف کی۔ انہوں نے کہا کہ مہاویر گایوں کو ہٹانے سے ہٹا نہیں حتیٰ کہ وہ کٹیا کے پھوس کو بھی کھا گئی ہیں۔ لیکن وہ بالکل لاپرواہ رہتا ہے۔ اور لوگ سمجھنے لگے ہیں کہ اصلی سادھو تو مہاویر ہی ہے۔ جو گئوؤں کو کچھ نہیں کہتا اور باقی سب تو ایک ڈھونگی ٹولہ ہے۔ کل پتی ان سے متفق ہو کر شری مہاویر سوامی کے پاس جاکر طعنہ زدگی سے کہنے لگے۔ دیکھئے مہاراج! پرندے بھی جہاں رہتے ہیں وہ بھی اپنے گھونسلوں کا خیال رکھتے ہیں۔ لیکن آپ کشتری پتر اور راجکمار ہوتے ہوئے اپنی کٹیا کا ذرا دھیان نہیں رکھتے۔ گائیں اس کو کھا گئی ہیں۔ آپکی اس لاپرواہی پر بڑا افسوس ہے۔ آپ کے بزرگ میں اور آپ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ وہ تو اپنے آشرم کا ہر طرح سے خیال رکھتا تھا۔ لیکن آپ نے تو ذرا توجہ نہیں کی۔ اور بڑی سستی اور کاہلی دکھائی ہے۔ اگیانی اور جاہل لوگوں

کو تو ایسی لا پرواہی کی وجہ سے معاف کیا جا سکتا ہے لیکن ایک عقلمند انسان کو نہیں
بھگوان مہاویر نے یہ سب طعنے سُنے لیکن آگے سے ایک لفظ تک نہ بولے
اور نہ ہی کوئی ناراضگی کا اظہار کیا۔ کیونکہ ان کے سامنے تو ایک ہی بات تھی۔
کہ جو بھی تھوڑے بہت کرم لقایا رہ گئے ہیں ان کا خاتمہ کیا جائے تاہم بطور سادھو
کے اپنا فرض محسوس کرکے شری مہاویر سوامی نے فیصلہ کیا کہ اس مقام پر اب
نہ رہنا چاہیئے۔ کیونکہ میرا یہاں رہنا آشرم والوں کے لئے ناگوار گذریگا چنانچہ
اُنہوں نے اس آشرم کو چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا۔ لیکن جانے سے پیشتر اس واقعہ کا
خیال رکھتے ہوئے انہوں نے پانچ ورت یعنی عہد لئے۔ جو ذیل میں لکھے جاتے ہیں:۔

(۱) ایسے مقام پر قیام نہیں کرونگا۔ جہاں پریم اور ستکار کا عدم ہو۔
(۲) خاموشی ایک سُنہری اصول ہے اسے اختیار کرونگا۔
(۳) جسم کی نسبت آتما کا زیادہ دھیان رکھنا چاہیئے اور اس کے لئے زیادہ تر دھیان میں محو رہوں گا۔
(۴) روٹی ہاتھ میں لیکر کھاؤں گا۔ برتن میں نہیں۔
(۵) کبھی کسی گرہستی کی خوشامد نہیں کرونگا۔

یہ کڑے برت لینے کے بعد بھگوان مہاویر نے موسم برسات کے خاتمہ کا انتظار
کئے بغیر ہی وہاں سے کوچ کر دیا۔ اگرچہ اُن کے جانے سے باقی سادھو تو خوش
ہوئے کہ اُن کی مان پرتشٹا اب بنی رہے گی۔ لیکن ادھشٹاتا کُل پتی کو
دُکھ ہُوا۔ اور اُسے اس بات کا بھی افسوس ہُوا کہ میں نے ایسے ناگوار الفاظ
کیوں استعمال کئے۔ لیکن ع

اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چُگ گئیں کھیت

انسان کو لازم ہے کہ ہمیشہ بولنے سے پہلے خوب سوچے اور بغیر سوچے
سمجھے کوئی بات مُنہ سے نہ نکالے۔ اسی لئے تو کہا ہے۔

"پہلے بات کو تولو پھر اپنا مُنہ کھولو"

استھکا گرام میں شُول پانی یکش کا اُدّھار

موراک سے بھگوان مہاویر ایک پاس کے گاؤں استھکا نامی میں گئے۔ کہتے ہیں کہ وہاں نزدیک ہی ایک یکش شولا پانی نامی رہتا تھا۔ جو کہ راہروؤں کو کھا جاتا تھا۔ اور ان کی ہڈیاں ایک جگہ پر اکٹھی کر دیتا تھا۔ ان ہڈیوں کا ایک ڈھیر لگ گیا تھا۔ اور اسی وجہ سے اس گاؤں کا نام استھکا پڑا تھا۔ کیونکہ استھی ہڈی کو کہتے ہیں۔ اس لئے وہاں کے لوگ اس یکش کو پرسن کرنے کے لئے اس کی پوجا کرتے تھے اور اس کے لئے ایک ستھان بنا ہوا تھا۔ بھگوان جب وہاں پہنچے تو انہوں نے اپنے دھیان میں بیٹھنے کے لئے اسی جگہ میں رہنے کی اجازت پوجاری سے مانگی پوجاری نے کہا یہ بات گاؤں والوں کے ہاتھ میں ہے۔ گاؤں والے لوگ بھی وہاں موجود تھے۔ مہاراج نے ان سے دریافت کیا تو انہوں نے بڑی گھبراہٹ اور حیرانی ظاہر کر کے کہا۔

" مہاراج! اس آدم خور یکش کے ستھان میں رہنا مناسب نہیں ہے۔ دن میں تو شاید انسان یہاں رہ بھی سکے۔ لیکن رات کی رہائش تو سخت خطرناک ہے۔ اس مقام کے نزدیک رہنا ہی گویا موت کو دعوت دینا ہے تو پھر آپ اسی جگہ پر دھیان میں کس طرح سے لین ہو سکتے ہیں۔ آپ ابھی جوان ہیں اور دنیا میں بہت کچھ کرنا ہے۔ اس لئے آپکو اپنی جان کو خطرہ میں نہ ڈالنا چاہیئے۔ اگرچہ اس یکش کی ہم پوجا کرتے ہیں۔ اسے بھینٹ چڑھاتے ہیں اور اس کو خوش کرنے کے اور بھی کئی طریقے اختیار کرتے ہیں۔ لیکن پھر بھی ہم کو سدا خوف لگا رہتا ہے کہ وہ ہمیں مار نہ دے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چین سے رہنا ہماری قسمت میں کہیں نہیں لکھا۔ آپ اس مقام پر رہ کر اپنے آپ کو جان جوکھوں میں ڈالیں گے اور آپ اس کے پنجے سے بچ کر نہیں جا سکیں گے۔ اسلئے ہم لوگ بڑی نمرتا سے عرض کرتے ہیں۔ اور وہ بھی آپ کے ہی فائدہ کے لئے۔ کہ آپ اس مقام پر ٹھیرنے کا

خیال چھوڑ کر کوئی دوسری جگہ تجویز فرمائیں۔ جہاں آپ امن وسکون سے اپنی تپسیا کر سکیں ہم آپکی سیوا کیلئے حاضر ہیں۔ اور کوئی دوسرا استھان تجویز کر دیتے ہیں۔"

گاؤں والوں کی یہ باتیں سُنکر بھگوان کے دل پر کوئی اثر نہ ہُوا جس نے موت کی حقیقت کو سمجھ لیا ہو جس نے آتما کی اہمیت کو جان لیا ہو۔ وہ بھلا ایسی باتیں سُنکر خوفزدہ ہو سکتا ہے۔ بھگوان نے کہا آپ اس بات کی پرواہ نہ کریں میں جانوں میرا کام۔ آپ مجھے اس مقام پر اپنی خوشی سے رہنے کی اجازت دیدیں لوگ مجبور ہو کر خاموش ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہمیں تو ذرا بھی اعتراض نہیں لیکن آپ کی جوانی اور خوبصورتی پر ہمیں ترس آتا ہے۔ چنانچہ اجازت حاصل کر کے بھگوان نے اس یکش کے مقام کے ایک کونہ میں اپنا آسن جما لیا۔

اے بھارت کے رہنے والو! بھگوان مہاویر کی زندگی کے اس واقعہ پر غور کرو۔ تم روز پڑھتے ہو۔ اور دوسروں کو سُناتے ہو کہ آتما امر ہے۔ یہ تلوار سے کاٹا نہیں جا سکتا۔ پانی سے نہیں گلایا جا سکتا۔ آگ سے نہیں جلایا جا سکتا۔ ہوا سے اڑایا یا خشک نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ستیہ ہے۔ یہ لافانی ہے۔ یہ اجر ہے یہ اچل ہے۔ یہ اسلئے ہے۔ یہ ابدی ہے لازوال ہے۔ لیکن جب موقعہ آتا ہے تو موت سے ایسا ڈرتے ہو جیسے بلی سے چوہا یا شیر سے بکری۔ کیا فائدہ ہے اس فلاسفی کا۔ ایک چیز کو مُنہ سے تو کہنا ایک عقیدہ کو ماننے والا تو ہونا لیکن اس پر عمل پیرا نہ ہونا دو ہی باتیں ظاہر کرتا ہے۔ یا تو یہ چھل اور دمبھ ہے اور یا یہ کائرتا اور بزدلی ہے۔ یہ دونوں ہی اوگن انسان کی زندگی میں سیاہ دھبہ ڈالنے والے ہوتے ہیں۔ جو قومیں آتما کی اس لافانیت کی قائل نہیں۔ وہ تو زیادہ بے خوف۔ حوصلہ والی اور بہادر ہیں لیکن جو جاتی اس اصول کو تسلیم کرنے والی ہے۔ وہ ڈرپوک۔ بزدل اور خوفزدہ بنی ہوئی ہے۔ اسی جاتی کے بچے چھپ چھپا کر وقت گذار رہے ہیں۔ بے غیرتی اور بدنامی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ ظاہرا طور پر دو وجوہات دکھائی دیتی ہیں۔ جن

سے زیادہ پریتی اور خود غرضی ۔ دھن سے زیادہ محبت کرنے والا انسان یا جاتی لازمی طور پر بزدل بن جاتے ہیں ۔ انہیں ہمیشہ یہ خوف لگا رہتا ہے کہ کہیں یہ ہاتھ سے نکل جائے ۔ دولت حاصل کرنے اور اس کی حفاظت کے لئے وہ ہر قسم کی ذلت ۔ رسوائی اور بے عزتی کو برداشت کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں ۔ دوسرے خود غرض انسان بھی کبھی بہادر یا شجاع نہیں ہو سکتا ۔ اس کا دل بھی کمزور اور ذلالت پسند بن جاتا ہے ۔ اس لئے لازمی ہے کہ ہم ان باتوں کا خیال رکھیں ۔ دولت کمائیں لیکن اسے داسی بنا کر رکھیں ۔ مالک بنا کر نہ رکھیں ۔ اس کی پوجا نہ کریں ۔ بلکہ اسے لونڈی بنا کر اپنی خدمت اس سے لیں ۔ ہاں اس میں فضول خرچی عیش پرستی یا بدکرداری شامل نہ ہو ۔ ہر اچھے کام کے لئے ہر دھرم کے کام کے لئے اپنی ذات کے واسطے یا دوسرے پرانیوں کی بھلائی کے واسطے دھن کو خرچ کریں اور ساتھ ہی خود غرضی کو چھوڑیں یعنی ہمارا جیون سوارتھ کا نہ ہو ۔ ہم اپنے لئے ہی نہ جئیں بلکہ اپنا جیون سیوا اور پروپکار کا بنائیں ۔ جب تک یہ دو لوگن ہم دھارن نہ کریں گے تب تک آتما کی اہمیت کے اصول کو سچے طور پر ماننے والے ہم نہیں بن سکتے اور کہنے ماتر سے یہ عقیدہ ہمیں کوئی لابھ نہیں پہنچا سکتا ۔

آمدم بر سر مطلب ۔ بھگوان مہادیو نے کیلاش کے ستھان میں ڈیرہ ڈال دیا ۔ اور اپنے جسم کا خیال بھلا کر کھڑے ہو کر دھیان اوستھا میں چلے گئے شام آ پہنچی ۔ پوجاری نے پھر ایک دفعہ متنبہ کیا ۔ کہ آپ اس مقام سے ہٹ جائیے ۔ اپنی جوانی پر ترس کھائیے ۔ لیکن بھگوان مہادیو اپنے عزم میں اٹل رہے ۔ دھیر مردوں کا قول کچا نہیں ہوتا ۔ وہ جو کہتے ہیں کر دکھاتے ہیں ۔ خوف وہراس ان کے لئے کوئی حقیقت نہیں رکھتے ۔ چنانچہ بھگوان بدستور بے خوفی سے دھیان میں کھڑے رہے ۔ کچھ دیر بعد پوجاری بھی شری مہادیو جی کو اکیلا وہاں چھوڑ کر چلا گیا

آخر رات نے اپنی کالی چادر بچھا دی ۔ انسان اور جانور لوٹنے بعد سو گئے سب نے اپنے گھروں اور گھونسلوں میں بسیرا لے لیا ۔ سب طرف سنسان ہو گیا

جوں جوں رات زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ گاؤں والے بھگوان مہاویر کی زندگی کے خاتمہ کا خیال دل میں لا کر بڑے خوفزدہ ہو رہے تھے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ اپنے وقت مقررہ پر یکش آ دھمکا۔ جب اس نے ایک سادھو کو کھڑے دیکھا تو اس کے غصّے کا پارہ ۱۱۰ درجہ پر چڑھ گیا۔ یکش نے مہاراج کو کئی طرح سے ڈرایا۔ پہلے تو وہ ایسے زور سے گرجا۔ کہ وہ سارا مقام کانپ اُٹھا اور سارے درند و پرند خوفزدہ ہو کر اپنے بلوں میں گھس گئے۔ مور اسے بادل کی گرج سمجھ کر بولنے لگے۔ لیکن بھگوان مہاویر پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ پھر اس نے کئی قسم کی بڑی ہولناک اور خوفناک شکلیں بنائیں۔ لیکن بھگوان پھر بھی ویسے ہی شانت اور دھیر کھڑے رہے۔ اب یکش نے ایک خونخوار اژدھا کی شکل اختیار کی۔ اور لگا پھنکار چھوڑنے۔ اس نے بھگوان کے جسم پر کئی جگہ کاٹ کھایا۔ لیکن پھر بھی ان کی سمادھی نہ ٹوٹی۔ اور نہ ہی زہر کا کوئی اثر ہوا۔

بعض لوگ حیران ہونگے کہ سانپ کے ایسے ڈنگوں نے کس طرح کوئی اثر نہ کیا۔ حالانکہ ایک ڈنگ ہی انسانی زندگی کا خاتمہ کر دیتا ہے لیکن یہ حیرانی کی بات نہیں۔ نہ ہی کوئی خاص معجزہ ہے۔ جو بھی انسان تپ، صداقت، اہنسا، تیاگ اور نمرتا کا جیون بسر کریگا۔ اس میں اس قسم کی قوت برداشت پیدا ہو سکتی ہے۔ اس میں وقت، جگہ یا قابلیت کا کوئی سوال نہیں تمام لوگ خواہ مرد ہوں یا عورت جوان ہوں یا بڈھے، غریب ہوں یا امیر اعلیٰ ہوں یا ادنیٰ سب ہی مندرجہ بالا اوصاف اختیار کر کے اس قسم کی طاقت حاصل کر سکتے ہیں۔

اس طرح سے اس یکش نے بے شمار ایذا رسانیاں دکھائیں۔ بھگوان کے جسم کو کئی طرح سے تکلیف دی۔ سر، آنکھوں، کانوں اور ناک میں کئی ایذا دہ کیڑے کئے۔ لیکن بھگوان کی شانت مورتی ٹس سے مس نہ کی۔ اور وہ اپنے دھیان میں مگن کھڑے رہے۔ بلکہ ان تمام ایذا رسانی کا الٹا اثر پڑا۔ یعنی بھگوان کا چہرہ زیادہ شانت اور سنجیدہ ہوتا جا رہا تھا۔ یہ ترقی یا درجے

نہیں بلکہ باطنی سرور سے۔ دُکھ کو تو وہ اپنا سچا متر سمجھتے تھے۔ دُکھ انسان کا سچا دوست ہے۔ دُکھ نہ ہو تو جیون میں چمک اور نکھار نہیں آسکتے۔ آتما میں جاگرتی پیدا نہیں ہو سکتی۔ سکھ میں انسان غافل، کاہل اور سُست ہو جاتا ہے لیکن دُکھ انسان کو ہوشیار اور بیدار کرتا ہے۔ غفلت سے جگاتا ہے کرتویہ کی یاد دلاتا ہے۔

جب شُول پانی یکش اپنی پوری زور آزمائی کر چکا۔ اپنے ترکش کے سارے تیر ختم کر چکا۔ تب اس کے پاس اور کوئی چارہ نہ رہا۔ ایک طرح سے وہ اپنا زور آزما کر ہانپ گیا۔ اتنے میں ادھر سے وانی ہوئی کہ اے نالائق تو یہ کیا کر رہا ہے سمجھتا نہیں کہ جس کو دُکھ دے رہا ہے کیا تو اتنا بھی نہیں سمجھ سکتا۔ کہ باوجود تیرے کڑے سے کڑے وار اور سخت سے سخت حملے کے ان کی شانتی کھنڈت نہیں ہوئی۔ ان کے دھیریہ میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اسکی قوتِ برداشت میں کوئی متزلزل واقع نہیں ہُوا تو یہ کوئی غیر معمولی انسان ہے کچھ تو وانی کی وجہ سے اور کچھ اپنی زور آزمائی کے لاحاصل جانے سے شُول پانی کو بڑی ندامت آئی۔ اس کے بھاو بدل گئے۔ اس کا کھوٹ نکل گیا۔ اس کے دل کی پلیدگی اور غلاظت دُور ہو گئی۔ وہ مہاراج کی استتی کرنے لگا اور ان کی سہن شکتی کی تعریف کی۔ انجام کار اس پر اس واقعہ کا اتنا اثر ہُوا کہ اس کا پتھر دل پگھل گیا۔ اور وہ بھگوان مہاویر کے قدموں پہ گر پڑا۔ بار بار معافی مانگی۔

اس موقعہ پر پھر آکاش وانی ہوئی کہ اے شُول پانی تو آج تک صداقت سے بہت دُور رہا۔ تیری زندگی غفلت میں گذری ہے۔ اسی لئے تو بدکرداریوں اور بداعمالیوں میں مشغول رہا ہے۔ اب سچیت ہو۔ اپنی بُری طرز کو بدل۔ راستی اختیار کر۔ سادھو مہاتماؤں کی صحبت اختیار کر۔ دھرم شاستروں میں عقیدت پیدا کر۔ سب پرانی ماتر کو اپنے پران سمجھ کر ان سے پریم کر۔ کسی سے نفرت یا کینہ نہ رکھ اور یاد رکھ کہ دوسروں کو دُکھ دینے سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں ہے!

جو جلاتا ہے کسی کو خود بھی جلتا ہے ضرور
شمع بھی جل جائے ہے پروانہ جل جانے کے بعد

تیرے موجودہ ڈھنگ تجھ کو نرکوں کی آگ میں جلانے کا کارن بنیں گے۔ اس لئے اپنے ڈھنگ بدل اور اپنے سابقہ پاپوں کا پشچاتاپ اور پرائشچت کرتا ہوا پاکیزگی اور نکوکاری کی زندگی بسر کر تبھی تیرا کلیان ہو سکتا ہے۔"

اس نصیحت اور اپدیش کا یکش شول پانی کے دل پر بڑا گہرا اثر ہوا۔ اس کی فطرت یکدم بدل گئی، اور اس نے اپنے مند کرموں کی وجہ سے پچھتانا شروع کیا۔ اور اسے تمام قسم کے کھوٹے کرموں سے نفرت ہو گئی۔ اس نے اپنے تمام پاپوں کا اقبال کیا اور اس نے اصلی دھرم مارگ گرہن کیا۔ اب اس کا من شدھ ہو گیا تھا۔ من کی میل ڈھل گئی تھی — وہ پھر بھگوان مہاویر کے چرنوں سے لپٹ گیا۔ اور یوں گویا ہوا۔ "اے بھگوان آپ پاپ بچ شانتی کی مورتی اور حلیم و بردباری کا مجسمہ ہیں، آپ نے بدی کے عوض نیکی کی ہے۔ یہی نہیں بلکہ میری زندگی کی نؤ کو ہی بدل دیا ہے۔ اور اسے کمارگ سے سمارگ پر لگا دیا ہے۔ اگر آپ مجھ پر اس طرح سے دیا نہ دکھاتے تو میری بداعمالیاں اور بھی بڑھ جاتیں اور میں کئی اور بے گناہ اور معصوم انسانوں کی جانیں لیتا جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ مجھے بڑے سے بڑے جنم ملتے اور نرکوں کی آگ میں جل کر دکھ اٹھانے پڑتے۔ اے بھگوان یہ آپ کے چرنوں کے درشن کی برکت ہے کہ میں ان تمام آنے والے پاپوں اور دکھوں سے بچ گیا ہوں۔ میں اب سدا کے لئے آپ کا داس رہونگا۔" یہ کہکر وہ تپسیا کا جیون بسر کرنے لگا۔

اس رات کو بھگوان صرف ایک گھڑی کے لئے سوئے۔ اور اس وقت انہوں نے خواب میں یہ دس چیزیں دیکھیں :-

۱۔ اپنے ہاتھ سے تال پشاچ کا مارنا۔
۲۔ ایک سفید پرندہ کا ان کی خدمت کرنا۔

۳۔ ایک کوئل ان کی سیوا کرتی ہوئی۔
۴۔ خوشبودار پھولوں کے دو ہار۔
۵۔ گئوئیں سیوا کرتی ہوئی۔
۶۔ کھلے ہوئے کنولوں سے بھری ہوئی ایک جھیل
۷۔ سمندر کا پار کرنا۔
۸۔ چمکتے ہوئے سورج کی کرنوں کا پھیلنا۔
۹۔ اپنی انتڑیوں سے پہاڑ کا لپٹنا۔
۱۰۔ میرو پربت پر چڑھنا

شول پانی یکش کی اب سب کدورت جا چکی تھی۔ اس بات سے وہ بڑا خوش تھا۔ رات کے پچھلے پہر وہ بڑے زور سے ہنسا اور گانے لگا۔ تو گاؤں والوں نے سمجھا کہ یہ اب اس سادھو کو مار کر خوشیاں منا رہا ہے۔ اسی گاؤں میں ایک اُتپل نامی وہاں رہتا تھا جو کسی وقت جین دھرم کا سادھو رہ چکا تھا۔ اور وہ اب بطور جیوتشی کے اپنی گذران کرتا تھا جب اسے معلوم ہوا کہ جو سادھو رات کو یکشالیہ میں ٹھہرا تھا۔ وہ بھگوان وردھمان ہے تو اسے بڑی فکر ہوئی۔ اور رات بھر اس نے بڑی بے چینی میں گذاری۔ صبح ہوتے ہی وہ جیوتشی اور دوسرے لوگ وہاں کی حالت دیکھنے گئے تو انہیں بڑا اچنبھا ہوا جب انہوں نے دیکھا کہ یکش اس وقت بھگوان وردھمان کے پاؤں پر لیٹ کر ان کی پوجا کر رہا ہے۔ ان سب لوگوں کو بڑی خوشی ہوئی اور سب نے بھگوان مہاویر کی استتی کی کہ جنہوں نے اس دشٹ کی دشٹتا دور کر دی۔ پھر جیوتشی اُتپل نے ان خواب میں دیکھی ہوئی چیزوں کی تعبیر کی کہ سادھو۔ سادھوی شراوک شراوکا آپ کی خدمت کریں گی۔ سنسار سمندر آپ پار کریں گے۔ کیول گیان آپ کو پراپت ہوگا۔ تینوں لوکوں میں آپ کا یش پھیلے گا اور سنگھاسن پر بیٹھ کر آپ دھرم کا پرچار بیان ماتر کو کریں گے وغیرہ وغیرہ۔

اس پہلے سال کے وہاں کے چترماس میں بھگوان مہاویر نے پندرہ پندرہ
یوم کے دو اُپواس کئے۔ ان ایام میں مکمل فاقہ رہا تھا۔ اس طرح سے دکھشا لینے
کے بعد اپنا پہلا چوماسا انہوں نے دھیان میں مگن رہ کر بہت پکار کے دکھ اور
تکلیفیں برداشت کرتے ہوئے گذارا۔ اور یکش کو سختی سے ایک پاپی
کو راہ راست پر لائے۔ شری پارس ناتھ جی کے بعد ۲۸۱ میں شری مہاویر
سوامی نے وہار کرنا شروع کیا تھا بیشتر زیادہ تر وقت دھیان میں گذارا۔

شُول پانی کے اُدھار سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ حقیقی جلدی خود
تکلیف برداشت کرکے شانتی اور بردباری سے دوسروں کی درستی ہو سکتی ہے۔ آنی سختی
اور تشدد سے نہیں۔ سختی اور تشدد سے جو درستی ہوتی ہے۔ وہ حقیقی اور دیرپا
نہیں ہوتی۔ اس سے تو پاپی خوف و ہراس سے عارضی طور پر چھپ کر جاتا ہے
لیکن اس کے من سے پاپ بھاونا دور نہیں ہوتی۔ اس کا کھوٹ تو من پر ہی چوٹ
لگنے سے نکل سکتا ہے۔ شریر پر نہیں۔ برعکس اس کے من پر دوسروں کی سختی کی چوٹ
سے زیادہ جوش اور اتیجنا پیدا ہوتی ہے۔ جیسے آگ سے آگ نہیں بجھائی جا
سکتی آگ تو ٹھنڈے پانی سے ہی شانت ہوتی ہے یا بعض دفعہ اگر کوئی کوشش
کرے کہ آگ کے اوپر بہت سا ایندھن ڈال دے اس سے آگ دب ضرور جائیگی
اس کی چمک اور اجالا اور تپش کچھ بھی دکھائی نہ دیگی۔ لیکن وہ فرو نہیں ہوتی۔
بدستور موجود رہتی ہے اور آہستہ آہستہ سُلگ کر پھر ایسی بھڑکے گی کہ وہی ایندھن
اس کے شعلوں کو اور تیز بنا دے گا۔ اس کی ایک اور مثال بھی ہے جیسے بعض حکیم
یا ڈاکٹر مرض کا علاج یہ کرتے ہیں کہ اسے دوائیوں کے ذریعے دبا دیتے ہیں
پھوڑے کو نیچے بٹھا دیتے ہیں۔ وہ علاج نہیں ہوتا۔ وہ تو ایک نیا خطرہ پیدا
ہوتا ہے۔ وہی مرض اس شکل میں غائب ہو کر کسی اور زیادہ خوفناک اور
خطرناک شکل میں ظاہر ہوتی ہے اور پھر اس کا قابو کرنا بھی مشکل ہوتا ہے۔ کیونکہ
جتنی دیر وہ اندر رہ کر اپنا روپ بدلتی ہے۔ اس عرصہ میں اندرونی اعضائے

رئیسہ کو بہت زیادہ نقصان پہنچا دیتی ہے۔ پھر اُن سب کی درستی کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس مواد کا زہر جسم کی رگ رگ میں اثر کر جاتا ہے۔ اور پھر موت ہی ان سب کا علاج ہوتا ہے۔ اسی طرح تشدّد و سختی سے درستی کرنے میں اندرونی آتش بڑھتا ہے۔

دوبارہ موراک میں ورُود

وہاں سے چل کر بھگوان مہاویر دوبارہ موراک میں آئے۔ جب وہ دوسری دفعہ اس جگہ آئے تو وہاں ایک اور گھٹنا ہوئی۔ وہاں "اچھندک" نامی ایک ساحر رہتا تھا۔ بعض نے لکھا ہے کہ "اچھندک" ایک جاتی تھی جس کے کئی آدمی اس جگہ رہتے تھے۔ اور بھان متی کے کھیل دکھا کر اپنی روزی کماتے تھے۔ اچھندک میں کوئی روحانی طاقت نہیں تھی۔ لیکن اپنی بیٹھ اس نے جمائی ہوئی تھی۔ وہ کئی جنتر ٹونے ٹوٹکے کر دیتا تھا۔ اور جادو کے چھلے بنا کر دیتا تھا۔ اور اس طرح سے لوگوں سے دھن لوٹتا تھا۔ نیز ان کے دھرم اور اچھی بھاوناؤں کو بھی دھکا لگاتا تھا۔ جب بھگوان مہاویر وہاں پہنچے۔ اور ان کی تپسیا اور سمادھی کی بھی شہرت اس علاقہ میں دور دور تک پھیلی تو اچھندک کو خطرہ پیدا ہو گیا۔ کہ اس کا طلسمی جال تار تار ہو جائے گا۔ اور اس کا حلوا مانڈہ رُک جائیگا۔ اور ہیچ ہیچ ہوا بھی ویسے ہی لوگ اس کو دھورت اور ڈھونگی سمجھنے لگے۔ اور شری مہاویر سوامی کی طرف ان کی رغبت بڑھ گئی۔ جب اس کا اثر اچھندک کے روزگار پر پڑا۔ تو وہ بھگوان مہاویر کے پاس آیا۔ اور کانپتی ہوئی آواز سے کہنے لگا۔

"اے دیا اور رحم کے اوتار! آپ کا ہر جگہ سمان ہوتا ہے۔ جہاں آپ جاتے ہیں لوگ وہیں آنکھیں بچھاتے ہیں۔ اور تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ لیکن میرے جیسے مور کھوں کو تو اپنی روٹی کی فکر لگی رہتی ہے۔ مہاراج! جب سے آپ اس

مقام پر تشریف لائے ہیں۔ لوگوں کی توجہ آپ کی طرف کھنچ گئی ہے۔ جو اعتقاد اور شردھا اُن کی میری ذات سے تھی۔ وہ سمٹ رہی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ میری کمائی کم واقع ہو گئی ہے۔ اگر کچھ عرصہ تک یہی حالت رہی تو میرے لئے اپنے اہل و عیال یعنی کنبہ پریوار کا نرواہ کرنا مشکل ہو جائے گا۔ آپ کی از حد عنایت ہو گی۔ اگر آپ اس گاؤں کو چھوڑ کر کسی اور جگہ قیام فرمائیں۔ جہاں یہ لوگ آپ کے پاس نہ پہنچ سکیں۔ اگر وہ آپ تک نہ جا سکیں گے تو آپ کی دن چریا کی مثال کی پیروی نہ کرتے ہوئے میری طرف ہی متوجہ ہوں گے۔ اور میرا کام بنا رہیگا۔ آپ کا اس میں کوئی ہرج نہیں۔ اور میرا بگڑا کام بن جائے گا۔ میرا بال بچہ بھوکوں نہ مریگا۔"

بھگوان مہاویر کے دل میں اس کی اس عاجزانہ درخواست کا بڑا اثر ہوا۔ اور ساتھ ہی انہیں اپنا وہ عہد یاد آگیا کہ جس جگہ میرے رہنے کے متعلق ناراضگی ہو گی وہاں نہ ٹھہروں گا۔ اس لئے انہوں نے وہاں سے فوراً روانگی کا فیصلہ کیا اور وہاں سے آگے دہار کر گئے۔

سوال ہو سکتا ہے کہ جب اتنے زیادہ آدمیوں کا فائدہ ہو رہا تھا۔ تو ایک آدمی کے کہنے پر انہوں نے وہاں سے کیوں کوچ کیا۔ خاص کر جب وہ اپنی چالاکی سے لوگوں کو لوٹ رہا تھا۔ اس کی وجوہات یہ ہیں۔ پہلی تو یہ کہ جیسے اُوپر لکھا جا چکا ہے کئی جگہ جین شاستروں میں اچھندکوں کی ایک جاتی لکھی ہے یعنی وہ بہت سے آدمی تھے۔ ایسی صورت میں اتنے آدمیوں کا مہاویر سوامی کے قیام کے خلاف اظہار ناراضگی کرنا ان کے عہد کے منافی تھا۔ دوسرا اچھندک نے جس طریقہ سے آکر عرض گذاری وہ رد کرنے کے قابل نہ تھی۔ مہاتما پرش شرنا گت کو کبھی نہیں ٹھکراتے۔ اس لئے اچھندک کی اس بنتی کو سویکار کرکے بھگوان نے وہاں سے جلدی جانا ہی مناسب سمجھا۔ تیسرے وہ مہان آتما جو تتھنکر کی پدوی کے نزدیک تھا۔ وہ ہر ایک بات کے مناسب یا غیر مناسب پنے

کا ہماری نسبت بہت زیادہ گیان رکھتا تھا۔ راگ دویش نے بہت ہماری بڑھیاں ہر ایک بات کی اصلیت کو اس کی تہ کو اس کے راز کو ٹھیک طور پر نہیں پہنچ سکتیں ہم کسی بات کا صرف وہی رُخ دیکھتے ہیں جو ہمارے سامنے ہوتا ہے۔ لیکن مہاپرش اپنی آتمک شکتی سے اس کے وہ پہلو بھی دیکھتے ہیں جو ہماری آنکھوں سے اوجھل ہوتے ہیں۔ اجیتے بھگوان نے دنیا کے لوگوں کو راستہ تو دکھا دیا تھا۔ اب ان کا اپنا کام تھا کہ اس پر گامزن ہو کر اپنا کلیان کریں۔ وہ ایک ہی جگہ زیادہ وقت نہ لگا سکتے تھے۔ ان کا وقت سب کا سانجھا تھا۔

چنڈکوشیا کا اُدھار

موراک سے چل کر شری مہاویر سوامی واچالا سنی دیش کی طرف روانہ ہو گئے واچالا کی دو آبادیاں تھیں ایک شمالی اور دوسری جنوبی۔ دونوں آبادیوں کے درمیان دو ندیاں بہتی تھیں جن کے نام تھے سنہری بالکا اور روپیہ بالکا۔ بھگوان مہاویر جنوبی واچالا کی طرف سے شمالی کی جانب بڑھ رہے تھے۔ اس وقت ان کا دیکشا کے وقت دیو ستر گھس کر آدھا گر گیا۔ اسے وہیں چھوڑ کر بھگوان آگے چلے گئے اور کہتے ہیں کہ اس کے بعد بھگوان نے کسی دستر کو گرہن نہیں کیا۔

شمالی واچالا کے دو راستے تھے۔ ایک کنکھل آشرم کے اندر سے ہو کر جاتا تھا۔ اور دوسرا باہر سے ہو کر۔ اندر والا راستہ سیدھا جاتا تھا۔ لیکن اجاڑ والا اور خوفناک۔ باہر والا راستہ لمبا اور ٹیڑھا تھا لیکن بے خطر اور محفوظ۔ بھگوان مہاویر اندر والے چھوٹے راستے پر چل پڑے۔ ابھی تھوڑی دور آگے گئے تھے۔ گوالوں نے انہیں خبردار کیا کہ مہاتما جی یہ راستہ

خطرناک ہے۔ اس پر ایک بڑا خونخوار اژدہا رہتا ہے۔ جو اپنی زہریلی پھونک اور نظر سے ہی آدمیوں کو خاک سیاہ کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ راستہ سیدھا ہونے پر بھی اجاڑ ہے۔ آپ اسے چھوڑیئے۔ اور باہر کے رستے سے جائیے کیونکہ اس طرف سے انسان تو کیا چرند پرند بھی جانے سے گریز کرتے ہیں اور اگر کوئی بھولا بھٹکا جا بھی نکلتا ہے تو جیتا نہیں بچتا۔ اس طرح سے کئی پرانی اپنی جان کھو بیٹھے ہیں۔ آپ دوسرے رستے سے پدھاریں جو کہ یہاں سے بہت دور نہیں ہے کوئی بات نہیں کہ آپ بلا وجہ اپنی جان کو خطرے میں ڈالیں۔ یہ کہہ کر لڑکے تو چلے گئے اور شری مہاویر جی تھوڑی دیر کے لئے دھیان اوستھا میں کھڑے ہو گئے۔ تو انہوں نے اپنے آتمک گیان سے انوبھو کیا کہ یہ اژدہا اپنے پچھلے جنم میں ایک مہان آتما تھی۔ اور اپنے سابقہ مند کرموں کے اکرت ہونے سے یہ جنم پایا اور اب پھر کھوٹے کرموں سے اپنا مستقبل خراب کر رہا ہے جس سے اسکی اور بھی بری گتی ہوگی۔ بھگوان نے محسوس کیا کہ اسے راہِ راست پر لایا جا سکتا ہے۔ اور جو بل اور اُدیوگ وہ مند کرموں میں لگا رہا ہے۔ وہ نیکوکاری میں لگ سکتا ہے۔

اگر ایک انسان کی قوتِ ارادی مضبوط ہو۔ اور وہ اسے لوگوں کی بھلائی کیلئے استعمال کرے تو بڑی اچھی بات ہے۔ لیکن اگر وہ اسی طاقت کا اپنے مند کرموں کے سامنے آ جانے کے باعث برا استعمال کر رہا ہو۔ تو اسے ایک مہاوان آتما آسانی سے راہِ راست پر لا سکتی ہے۔ بھگوان مہاویر اس سنہری موقعہ کو ہاتھ سے کیسے کھو سکتے تھے۔ ان کا تو جنم ہی اس غرض کے لئے ہوا تھا کہ دنیا میں امن اور شانتی پھیلائیں۔ اور دنیا والوں کو سکھ پہنچائیں۔ ان کا مقصدِ حیات ہی یہی تھا۔ کہ گرے ہوئے پرانیوں کو نجات دلائیں بھولے ہوؤں کو راہ پر لائیں۔ ظالموں کو دیاوان بنائیں۔ اور انسانوں۔ چرندوں۔ پرندوں۔ درندوں اور کیڑے مکوڑوں تک میں سمتا کا پرچار کریں۔ اس لئے

انھوں نے اپنے دل میں فیصلہ کیا کہ اس سانپ کی مذموم رغبتوں کو دور کیا کیا جائے اور انہیں اچھی طرف لگایا جائے۔ بھگوان مہاویر کا یہ فیصلہ کوئی غیر معمولی نہ تھا۔ یہ ان کی اپنی نیک طینتی اور نیک خیالی کے مطابق تھا۔ اگرچہ عام لوگ اس سانپ سے اس کی سفاکیوں اور مردم آزاریوں کی وجہ سے نفرت کرتے تھے۔ لیکن بھگوان کے لئے وہ قابل نفرت چیز نہ تھی۔ ان کے اصول کے مطابق تو نفرت کے قابل وہ تھا جو نفرت کرے۔ نہ کہ وہ جس سے نفرت کی جائے ان کا یہ عقیدہ تھا کہ جو انسان روحانی ترقی کا طالب ہے اور جس نے دنیا والوں کا بھلا کرنا ہے۔ وہ پرانی ماتر سے پریم رکھتا ہے۔ وہ سب سے ملتا ہے اور سب کو ایک سا سمجھتا ہے۔ بھگوان مہاویر نے سہن شیلتا دھارن کی ہوئی تھی۔ اور انکی تپسیا کا مقصد ہر قسم کے ان مصائب و آفات کو برداشت کرنا تھا۔ جو پرانی ماتر کی سیوا کرتے ہوئے پیش آئیں۔ بھگوان مہاویر یہ بات اچھی طرح سے جانتے تھے اور اپنی مثال سے دنیا کو بتانا چاہتے تھے۔ کہ انسان کو ہمیشہ سہل کام کر کے ہی مطمئن نہ ہو جانا چاہیئے۔ کیونکہ کئی آتمک شکتیاں ترقی نہیں پکڑتیں اگر ان کو جاگرت ہونے کا موقعہ نہ ملے۔ اسلئے بھگوان مہاویر اس بات کے قائل تھے۔ کہ انسان کو ہمیشہ کٹھن سمسیاؤں کو ہاتھ میں لینا چاہیئے اور اپنی آتمک شکتی سے انہیں آسان بنانا چاہیئے۔ بھگوان مہاویر اس اصول کو ماننے والے تھے کہ کمی یا نا اہلیت اس آدمی میں نہیں۔ کہ جس نے روحانی منزل میں ترقی نہیں کی۔ بلکہ کمزوری اس شخص میں ہے جو آتمک عروج پر پہنچ کر بھی اپنے اس کمزور بھائی کو اوپر نہیں اٹھا سکتا یا اس کوشش میں وہ بزدلی دکھاتا ہے بھگوان مہاویر نے اپنی آتمک شکتی کی مدد سے اس اژدہا کی طاقت کو اور اس کے منبع کو جانچ لیا تھا۔ اور اب انہوں نے عزم کر لیا تھا کہ اسے ایک حلیم اور پریم امن جیو بنانا ہے۔

اس طرح سے عازم ہو کر بھگوان مہاویر نے گوالوں کی بات پر کوئی دھیان